احادیث مبارکہ میں الفاظ کی ہیئت اور جملوں کی ساخت:
صوتی حسن اور اثرات کا جائزہ

Word and Sentence Structure of Prophetic Traditions: Beauty of Sound and Its Effects

صائمہ فاروق☆

ABSTRACT

The most effective conversations of the Holy Prophet SAW are not only a literary monument in respect of meanings and tract but also have no parallel with respect to sound beauty. This beauty was so forceful that the might of many linguistics was gradually weakened.In these pages it is highlighted that in the Prophetic conversations,there is resence of not only words but whole sentences possess such a sound beauty that after discovering it human wisdom becomes surprised and hearts under grip.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

آپ ﷺ نے الفاظ وتراکیب کو اس انداز میں استعمال کیا کہ اس کے معنوی گوہر اور جامعیت و وسعت نے عرب قوم کے ادب شناوروں کو لاجواب کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اس کلام کے صوتی حسن نے اس قوم کو ایسا آہنگ اور ایسا انداز عطا کیا کہ جو خود نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے۔ احادیث مبارکہ کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ کے الفاظ اور جملوں کا مقصد محض تخلیقِ حسن نہیں تھا، بلکہ مقصدیت اور لطافتِ ذوق نے آپ ﷺ کی گفتگو میں وہ حسن و جمال پیدا کر دیا تھا کہ انفس و افاق میں انسان کی تگ و دو کے لئے راہنما خطوط اور فن کے جمالیاتی پہلو باہم مربوط نظر آتے ہیں۔

الفاظ کی ہیئت

صوتی حسن کا ایک اہم حصہ الفاظ کی ہیئت ہے۔ آپ ﷺ کے اقوال میں ہمیں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں کہ ہیئت الفاظ میں معانی کی پوری پوری ترجمانی موجود ہے۔ آپ ﷺ کے ان الفاظ میں محبت وشفقت، شدت وحساسیت، نوعیت و کیفیت اور لہجے کا اتار چڑھاؤ اس طرح موجود ہے کہ اس کا حسن فصاحت و بلاغت کا نمایاں پہلو ہے۔

عن ابی هريرةؓ ان الحسن بن علی اخذ تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فيه فقال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم با لفارسية كِخ كِخُ أمّا تعرف انّا لا نا كل الصدقة(۱).

''حضرت ابوهریرۃؓ سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اس کو اپنے منہ میں ڈالا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے پھینک دو کیا تو نہیں جانتا کہ ہم لوگ صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔''

صوتی حسن کا کتنا جاندار پہلو ہے کہ حضرت حسنؓ جو کھجور کا ٹکڑا منہ میں ڈال چکے ہیں، آپ ﷺ انہیں تھوکنے کے لئے کہتے ہیں تو لفظ ''کخ کخ'' کا استعمال کرتے ہیں کہ لفظ کی صوت ہی کھائی جانے والی چیز کے لئے ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی ہے اور اسے اُگلنے کے لئے کہہ رہی ہے۔

صاحب معجم ابوسیط اس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

زجر للصبیی عن تناول شی ء لایرا دأن یتنا وله(۲)۔

(بچے کو ڈانٹنے کے لئے جب وہ کوئی ایسی چیز کھالے کہ اس کا کھانا پسند نہ ہو)۔

اور لفظ ''کخ کخ'' تھوکنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کی ناپسندیدگی کا مفہوم دے رہا ہے کہ معاملے کی نوعیت اور

حساسیت خود واضح ہو جاتی ہے۔ اور سننے میں بھی سماعت پر گراں نہیں گزرتا۔ آپ ﷺ کے ہاں الفاظ اور حروف ساکت نہیں بلکہ وہ اس طرح بولتے ہیں کہ سامع کو اپنے احساسات میں شریک کر لیتے ہیں۔

اس طرح ہمیں آپ ﷺ کی ایک حدیث ملی ہے کہ وہاں لفظ کی ترخیم، محبت کی تصویر بن جاتی ہے۔

عن عائشةؓ زوج النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت:" قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "یا عائش! هذا جبرئیل یقرأ علیک السلام" فقالت: "فقلت و علیه السلام و رحمة اللہ"(۳).

(حضرت عائشہؓ نے فرمایا:" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں تمہیں سلام کہتے ہیں میں نے کہا: **وعلیه السلام و رحمة الله**)۔

مخاطب کو نام کے ساتھ پکارتے ہوئے نام کو ترخیم کے ساتھ ادا کرنے سے لب ولہجہ خود بخود انس ومحبت سے بھر جاتا ہے۔ اس حدیث کو پڑھتے ہوئے جب ہم آپ ﷺ کے ان الفاظ پر پہنچتے ہیں کہ یا عائش! تو اس لفظ کو پڑھتے ہی آپ ﷺ کی حضرت عائشہؓ کے لئے بھرپور اپنائیت کے احساس کا پتہ چلتا ہے۔ لفظ کی ادائیگی ہی بولنے والے کی شفقت اور ملائمت سے بھرپور لب ولہجہ کو ظاہر کر رہی ہے۔

اسی طرح ایک موقع پر ایک لفظ اہل عرب کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے جب آپ ﷺ اپنی دعوت کا آغاز کرتے ہیں تو کوہِ صفا پر چڑھ کر کہتے ہیں یا صباحاہ (۴) آپ ﷺ لوگوں کو بلانا چاہتے ہیں، اکھٹا کرنا چاہتے ہیں کہ دوڑ کر آؤ اور میری بات سنو اور اس کے لئے آپ ﷺ مختصر سے لفظ پکارتے ہیں یا صباحاہ! عربوں میں یہ لفظ کسی ہنگامی صورتِ حال میں مدد طلب کرنے کے لئے بولا جاتا تھا اور ان کی یہ صورتِ حال صرف ایک ہی وجہ سے ممکن ہوتی تھی کہ دشمن ان پر حملہ کر دے اور اکثر یہ حملہ صبح کے وقت کیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ جب پہاڑی پر چڑھ کر اہل عرب کو اکٹھا کرنے کیلئے یہ آواز دیتے ہیں تو یہ ایک لفظ معاملے کی شدت وحساسیت سے اس طرح آگاہ کرتا ہے کہ تمام اہل عرب دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور پہاڑی کے دامن میں اکٹھے ہو جاتے ہیں گویا آپ ﷺ کے ہاں الفاظ ایک ایسی زندہ تصویر بن جاتے ہیں جو وقت اور موقع دونوں کی بہترین منظر کشی کرتے ہیں۔

اس طرح ہمیں ایک واقعہ اور ملتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنھم کو مختصر الفاظ سے اس طرح تسلی دیتے ہیں کہ دلوں سے خوف اور ڈر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اطمینان کی کیفیت میں آ جاتے ہیں۔

عن انس كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أحسن الناس وأجود الناس واشجع الناس قال وقد فزع اهل المدينة ليلاً سمعوا صوتا، قال فتلقاهم النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على فرس لابى طلحة عرى و هو متقلد سيفه فقال لم ترعوا لم ترعوا)) (۵)

(انسؓ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام تمام لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت، زیادہ سخاوت والے اور زیادہ بہادر تھے۔ انسؓ کہتے ہیں: ایک رات اہل مدینہ نے خطرے کی آواز سنی تو گھبرا گئے اور آواز کی طرف خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف سے واپس آتے دیکھا۔ آپ علیہ السلام ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے اور تلوار لٹکائے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا: ''مت ڈرو، مت ڈرو)۔

قوتِ قلب اور شجاعت کا بہترین نمونہ کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ آواز سن کر تنِ تنہا تفتیش کے لئے تشریف لے گئے اور واپسی پر جب صحابہؓ ملتے ہیں تو کہتے ہیں ''لم ترعوالم ترعوا'' ان مختصر سے الفاظ نے محبت، شفقت اور ہمدردی کے ہر احساس اور ہر جذبے کو اپنے اندر سمیٹ لیا، جو آپؐ اپنے ساتھیوں کے لئے رکھتے تھے۔

اسی طرح ہمیں حدیث میں ایک تفصیلی واقعہ ملتا ہے کہ آپؐ انتہائی مختصر الفاظ سے حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک اعرابی آپؐ کے پاس آیا، ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ آپؐ نے اس کے بارے میں صحابہؓ کو وصیت کی اور پھر جب غزوہ ہوا اور بعد میں مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو آپؐ نے اس کا حصہ بھی نکالا اور اسے بھجوایا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو صحابہؓ نے بتایا کہ اللہ کے رسولؐ نے تمہارا حصہ بھیجا ہے۔ وہ آپؐ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے کہا کہ تمہارا حصہ جو میں نے بھجوایا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس لئے نہیں ایمان لایا، اور حلق کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لئے کہ اس جگہ پر تیر مارا جائے اور پھر میں مروں اور جنت میں جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: ''ان تصدق اللّٰه يصدقک'' (٦) پھر غزوہ ہوا تو لوگ اس اعرابی کو آپؐ کے پاس لائے، اسے تیر لگا تھا، جس جگہ اس نے اشارہ کیا تھا۔ روایت میں آتا ہے:

''فقال النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: أَهُوَ هُوَ؟ قال! صدق اللّٰه وصدقه ثم كفنه النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى جبة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ثم قدعه فصلى عليه فكان فيما ظهر من صلاته اللهم هذا عبدک خرجَ مها جرا فى سبيلک

فكتب شهيدأنا شهيد علی ذالک"(۷)

(آپؐ نے فرمایا! کیا یہ وہی شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ کی تصدیق کی تو اللہ نے بھی اسے سچا کیا پھر آپؐ نے اپنے جبّے کا کفن اس کو دیا اور اس کو آگے رکھا اور اس پر نماز پڑھی تو جتنا آپؐ کی نماز میں سے لوگوں کو سنائی دیا تھا وہ یہ تھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے یا اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہو گیا، میں اس بات کا گواہ ہوں)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کے الفاظ ''اھوھو'' میں حیرت واستعجاب اور استفہام کی ملی جلی کیفیت ہے۔ آپؐ یہ الفاظ شہید ہونے والے صحابیؓ کی طرف اشارۃً بولتے ہیں۔ آپؐ کے ذھن میں مشار الیہ کا تصور پہلے سے موجود تھا، اسی لئے آپؐ کے الفاظ سے اس کیفیت اور نوعیت کا خود بخود اظہار ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ اس صحابیؓ کے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ یہ وہ تو نہیں تھا، جس نے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ آپ ﷺ یہ بات پوچھتے ہوئے کئی الفاظ کا استعمال کر کے اپنی حیرت اور استفہام کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ انتہائی مختصر الفاظ ''اُھوھو'' صوتی حسن کا نقطۂ عروج ہیں کہ یہ مختصر الفاظ متکلم اور مخاطب کے مابین خیالات اور حسیات کے ساتھ عمدہ رابطے کا بہترین شاہکار ہیں۔

صوتی حسن کے حوالے سے جب ہم احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کے الفاظ کی بناوٹ اور کیفیت میں اس طرح کی قوت اور طاقت پاتے ہیں کہ الفاظ خیال اور احساس کا نمائندہ بن جاتے ہیں اور خیالات کی روح کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلف نہیں کرنا پڑتا۔ مثال کے طور پر بخاری ومسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ اصحابؓ کے اس استفسار پر کہ امت میں بعد میں آنے والوں کو آپؐ روزِ قیامت کیسے پہچانیں گے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"فانهم ياتون غرامحجلين من الوضوء وانا فرطهم على الحوض الاليذاذن رجال عن حوض كمايذاذ البعيراضال اناديهم الا هلم فيقال انهم قد بدلوا بعدک فاقول سحقا سحقا"(۸)

(تو میری امت کے لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے، قیامت کے دن وضو کی وجہ سے، اور میں ان کا حوض پر استقبال کروں گا۔ خبردار بعض لوگ میرے حوض سے اٹھا دیئے جائیں گے، جیسے بھٹکا ہوا اونٹ ہنکایا جاتا ہے، میں انہیں آوازیں دوں

گا۔ آ ؤ آ ؤ۔ اس وقت کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے آپؐ کے بعد دین کو بدل دیا تھا تب میں کہوں گا، جاؤ دور ہو جاؤ، جاؤ دور ہو جاؤ)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ ''دور ہو جاؤ'' کے لئے لفظ ''سحقا'' کا استعمال کرتے ہیں اور تکرار کے ساتھ کرتے ہیں کہ ''سحقا سحقا'' تکرار یہاں کلام میں زور پیدا کر رہی ہے۔ اور خود اس لفظ کی ہیئت کہنے والے کے غصّے اور ناپسندیدگی کے اظہار کی شدت کو ظاہر کر رہی ہے۔ امت میں سے وہ شخص جو دین کو بدل ڈالے گا، اس کے لئے آپؐ کے ذہن میں جو کراہت اور حقارت آئی اور اس پر جو غصہ اور اشتعال انگیز کیفیت پیدا ہوئی۔ اس سب کیفیت کو بیان کرنے کے لئے لفظ ''سحقا سحقا'' کا صوتی حسن ملاحظہ کیجئے کہ یہ لفظ سماعت پر گراں بھی نہیں گذر رہا اور اس شخص کے لئے سخت ناپسندیدگی اور دوری کا اظہار کر رہا ہے جو آپؐ کے لائے ہوئے دین کو بدل ڈالے۔ پھر یہ لفظ جس کی کیفیت خود دوری اور غصے کو ظاہر کر رہی ہے، اس کو تکرار سے بولنا، شدت میں اور مبالغہ پیدا کر رہا ہے۔

صاحب المعجم الوسیط لکھتے ہیں: ''**السحق: البعد الشدید، یقال سحقا له و سحقا و سحقا فی الدعاء علیه**'' (۹) ''**السحق**'' سخت دوری کے لئے بولا جاتا ہے اور ''**سحقا**'' کا لفظ بھی اسی معنی کی ادائیگی کے لئے بولا جاتا ہے، اس سے **سحقا سحقا** بددعا کے لئے بولا جاتا ہے''۔ ابنِ حجر اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: (**سحقا سحقا) أی بعد ابعدا و التاکید للمبالغة** (۱۰) ''یعنی دوری ہو، دوری ہو، اور یہ تکرار مبالغے کے لئے ہے'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسُحْقاً لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ (۱۱) ''پس دوری ہے دوزخ والوں کے لئے''۔ اور ایک جگہ پر آتا ہے: ﴿ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴾ (۱۲) ''پس اچک لیں گے اس کو پرندے اور ہوا لے اڑے گی، اس کو دور جگہ میں''

وہ شخص جو دین کو بدل ڈالے گا، اس سے دوری کے لئے آپؐ کے ہاں لفظ ''سحقا'' کا تکرار کے ساتھ استعمال آپؐ کے اضطراب اور بے چینی کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جب کوئی بات احساس کی شدت کے ساتھ کی جائے تو لاشعوری طور پر ان الفاظ کو بار بار دہرایا جاتا ہے۔

جذبات کی شدت کے موقع پر آپ کوئی طویل بات نہیں کرتے، مختصر بات کرتے ہیں لیکن الفاظ کا استعمال ایسا ہے کہ وہ صورتِ حال کی بھی عمدہ منظر کشی ہے اور لفظ کی تکرار طبیعت کے اضطراب کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ جیسے ''**کخ کخ**''، ''**لم ترعوا لم ترعوا**'' اور اس حدیث میں ''**سحقا سحقا**''۔

الفاظ وتراکیب کے صوتی حسن میں ہر لفظ کے دو وجود ہوتے ہیں ایک تحریری اور دوسرا تقریری۔ لفظ اپنی صوت کے حسن اور اٹھان کے لئے ان دونوں پہلوؤں کا مرہونِ منت ہے اور ہمارے پاس یہ حق نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیں کبھی تحریر میں زبان کا قیام اور استحکام ہوتا ہے اور تقریر کا رگ و ریشہ اس سے وابستہ ہوتا ہے اور کبھی تحریر محض الفاظ کا ایک سایہ ہوتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بنیادی اہمیت ''لفظ'' کو حاصل ہے۔ الفاظ کا معنی کے ساتھ گہرا ربط اور مواقع کے مطابق ان کا استعمال وہ صوتی حسن پیدا کرتا ہے کہ دل جھکتے چلے جاتے ہیں، دماغ مسخر ہوتے جاتے اور روح دوزانو ہوجاتی ہے۔

جملوں کی ساخت

آپ ﷺ کے ہاں صرف الفاظ ہی نہیں، بلکہ پورے کے پورے جملے میں وہ صوتی حسن پایا جاتا ہے کہ ان کی دریافت سے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور دل گرفت میں آجاتے ہیں۔

آپ ﷺ ایک موقع پر مسلمان کی تعریف یوں کرتے ہیں:

((اَلمسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده)) (۱۳)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

اس حدیث میں آپ ؐ نے مسلمان کے پورے وجود کے لئے انسانی وجود کا ایک جزو (ہاتھ) بیان کرکے پورا انسانی وجود مراد لیا ہے۔ یہی صوت کا حسن ہے کہ آپ ؐ یہ بتاتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو کسی بھی قسم کی اذیت دے اور یہ اذیت ہاتھ اور زبان کے علاوہ کسی اور عضو سے بھی مل سکتی ہے۔ زبان کا استعمال تو ہم کرتے ہی بہت زیادہ ہیں، اس لئے آپ ؐ نے زبان کا ذکر کیا اور پھر باقی تمام اعضاء کی جگہ صرف ہاتھ کا ذکر کرکے تمام اعضاء مراد لئے ہیں کہ کسی بھی عضو سے تکلیف دینا جائز نہیں۔ باقی تمام اعضاء میں سے ہاتھ کا لفظ اس لئے بھی استعمال کیا کہ عموی طور پر کسی بھی عمل میں ہاتھ کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اور پھر 'ہاتھ' طاقت، قدرت اور کارسازی کا استعارہ بھی ہے جیسے قرآن میں ہے ﴿بیده الملک﴾ ''اس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے یعنی قبضۂ قدرت میں''۔

مجاز مرسل کہتے ہی اسے ہیں کہ جب کسی لفظ کو حقیقی معنی کے علاوہ مجازی معنوں میں استعمال کریں اور حقیقی اور مجازی معانی میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو۔ (۱۴)

اپنی بات کو واضح اور دلوں میں راسخ کرنے کے لئے تمثیلی اسلوب آپ ؐ کے کلام کا اہم ترین حصہ ہے۔ اپنی

بات کومثالوں سے واضح کرتے ہوئے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشبیہ دیتے اور کبھی استعاراتی اسلوب میں گفتگوفرماتے۔ مثلاً ایک سفر سے واپسی پر جب ازواجِ مطہرات میں سے بھی کوئی ساتھ تھیں تو آپؐ حدی خوان کو آہستہ چلنے کے لئے اس طرح کہتے ہیں:

((وعن انسؓ کان للنبیؐ حاد یقال له انجشه وکان حسن الصوت فقال له النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رویدک یا انجشه لا تکسر القواریر)) (۱۵)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کا ایک حدی خوان تھا، جس کا نام انجشہ تھا، وہ بہت خوش آواز تھا آپؐ نے فرمایا: اے انجشہ، اونٹوں کو آہستہ چلاؤ، شیشوں کو نہ توڑ دینا''۔

قواریر کا لفظ قرآن مجید میں جنت کی دل پسند زندگی کے ذکر میں آتا ہے۔﴿**قوارير من فضة**﴾ (۱۶)''ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہوگا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں عورتوں کو آبگینوں اور شیشوں سے تشبیہ نہیں دیتے بلکہ براہِ راست ان کے لئے لفظ ''قواریر'' کا استعمال صنفِ نازک کی نزاکت اور خوبصورتی کی براہ راست ایک تصویر پیش کرتا ہے۔ استعارے کی یہی خوبصورتی، کہ سامع کہ ذہن میں ایک تصویر جلوہ گر ہوجائے، صوت کا حسن بن جاتی ہے:

''مستعارلہ حقیقت پس پردہ لیکن مستعارمنہ کا اشارہ اور قرائن یہ بتاتے ہیں کہ حقیقت اگر بالکل یہی نہیں تو اسی کے لگ بھگ ضرور ہوگی (۱۷)۔

اسی طرح تشبیہات کو دیکھیں تو آپؐ کے کلام میں پائی گئی تشبیہات، فصاحت وبلاغت کے آخری مقام کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ صوتی حسن میں تشبیہات کا مقام بڑا نازک اور پل صراط کی دھار کی طرح باریک ہوتا ہے کہ عامیانہ مشابہتوں سے نہ صرف یہ کہ کلام کی خوبی ماند پڑ جاتی ہے بلکہ الفاظ اور جملے بے جان ہوجاتے ہیں۔ مقصدیت کی تڑپ، ذوق کی لطافت اور نظر کی گہرائی سے ان تشبیہات کا استعمال ممکن ہے جو صوت کا حسن وجمال بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اور تشبیہات ''تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا'' کے مصداق۔ صحرائے عرب میں ایسا موتی بن کر چمکے، جن کی چمک کبھی ماند نہیں پڑتی۔

آپؐ حدیث میں ایمان کے سمٹ جانے کو یوں بیان کرتے ہیں۔

((وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان الایمان لیارزالی المدینة کماتارزالحیة الی جحرها)) (۱۸)

''حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایمان مدینے کی طرف سمٹ آئے

گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے''۔

اس حدیث مبارک میں ایمان کے مدینے کی طرف سمٹنے کو سانپ کے اپنے سوراخ کی طرف سمٹنے سے تشبیہہ دی گئی ہے یعنی جس طرح سانپ اپنے بل کو محفوظ جگہ خیال کرتے ہوئے اس کی طرف دوبارہ سمٹتا ہے اسی طرح ایمان بھی مدینے سے نکلا اور پھر اس کی طرف دوبارہ سمٹے گا کیونکہ باقی سب مقامات پر سوائے مدینہ کے فتنوں کا زور ہوگا اور ایمان والوں کے لئے محفوظ جگہ صرف مدینہ ہی ہوگی۔

''عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس من بلدالاسیطار الدجال الامکۃ والمدینۃ لیس لہ من نقابھا نقب الاعلیہ الملائکۃ صافین یحرسونھا'' (۱۹)

(انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں بچے گا، مگر دجال اسے روند ڈالے گا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کہ اس کے سب راستوں میں فرشتے صف باندھے کھڑے اس کی حفاظت کررہے ہوں گے)۔

آپؐ اپنی حدیث میں ایمان کے مدینہ میں سمٹنے کو جو سانپ کے بل کی طرف سمٹنے سے تشبیہہ دیتے ہیں، یہ برجستہ و بے ساختہ تشبیہ صوت کا حسن بن گئی کہ عمدہ تشبیہہ وہ ہی ہے کہ ایسی چیز سے تشبیہہ دی جائے جو بظاہر مختلف ہو اور وہاں گمان بھی نہ جاسکتا ہو۔ نجم الغنی بڑے محتاط فاضل ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''تشبیہہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں، ایک معنی میں شریک ہونے پر''۔ (۲۰)

اب سانپ اور ایمان بظاہر دو مختلف چیزیں لیکن ایک معنی میں باہم شریک ہیں کہ جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف جاتا ہے اسے ایک محفوظ جگہ خیال کرتے ہوئے اس طرح اہل ایمان بھی مدینہ کی طرف جائیں گے اسے ایک محفوظ جگہ خیال کرتے ہوئے۔ آپؐ کی نظر کی گہرائی اور اس عمدہ تشبیہ سے صوت کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

آپؐ کے کلام میں صوت کا وہ حسن بھی پایا جاتا ہے کہ آپؐ کسی چیز سے تشبیہہ نہیں دیتے بلکہ اپنی بات کو ذہن نشین کروانے کے لئے ایک ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ جس چیز سے تشبیہہ دینی ہوتی ہے۔ اسے ہی مشبہ بہ بنادیتے ہیں، جیسے ایک موقع پر فرماتے ہیں:

((عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ قال خط لنارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خطاً ثم

قال هذا سبيل الله ثم خط خطوطاً عن يمينه و عن شماله وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه و قرأ ﴿وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه﴾(۲۱)

''حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے ہمارے لئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر کئی خطوط اس کے بائیں اور دائیں کھینچے اور فرمایا یہ راستے ہیں، ہر راستے پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے اور پھر یہ آیت پڑھی تحقیق یہ میری سیدھی راہ ہے، اس کی پیروی کرو''۔

کس قدر خوبصورت انداز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفس امارہ کی بھول بھلیوں اور صراطِ مستقیم سے آگاہ کرنے کے لئے سیدھے راستے کو کسی سے تشبیہہ نہیں دیتے۔ غالباً آپؐ صحابہؓ کو یہ بھی ذھن نشین کروا رہے ہیں کہ جو اللہ کا راستہ ہے، اس کو کسی کے ساتھ تشبیہہ دینا اس لئے بھی ممکن نہیں کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾(۲۲) ''کوئی چیز بھی اللہ کے مثل نہیں ہے''۔ جب اللہ کی ذات لیس کمثلہ ہے۔ تو اس کے راستے جیسا بھی کوئی راستہ سیدھا نہیں ہے، اس لئے آپؐ سیدھا خط کھینچ کر یہ نہیں فرماتے اللہ کے راستے کی مثال ایسی ہے بلکہ آپؐ فرماتے ہیں ''ھذا سبیل اللہ'' یہی وہ چیز ہے جسے بلاغت میں ''تشبیہہ مقلوب'' کہتے ہیں اور موقع و محل کے مطابق مشبہ کو مشبہ بہ بنانا ہی صوت کا حسن پیدا کرتا اور اس کے اثرات دلوں کو مسحور کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا صوتی حسن کے حوالے سے مطالعہ خبر دیتا ہے کہ آپؐ اپنی بات کی وضاحت کے لئے تشبیہہ اور استعارات کے علاوہ اشارات کا بھی استعمال کرتے تھے۔ اشارات افہام و تفہیم اور ارسال و تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر ان کی جگہ وضعی الفاظ استعمال ہوں تو حقائق کی نقاب کشائی کما حقہ ممکن نہ ہو سکے گی۔
آپؐ فرماتے ہیں:

((عن انس بن مالک قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات.)) (۲۳)

''جنت ناپسندیدہ چیزوں اور جہنم شھوات سے گھیر دی گئی''۔

اس حدیث سے آپؐ کی قوتِ بیان آشکار ہوتی ہے۔ ترکِ معاصی اور اللہ کی اطاعت پر ابھارنے کے لئے اگر انھیں کے لئے وضع کئے گئے الفاظ براہِ راست استعمال کئے جاتے تو الفاظ کبھی اتنے جاندار نہ ہوتے۔ آپؐ نے سادہ زبان

میں اشارات کے ذریعے یہ بتایا کہ جنت کے راستے مشقت سے پُر ہیں۔ یہ راستے خواہشات کے خلاف کھڑا ہونے کے لئے صبر اور محنت کا تقاضا کرتے ہیں اور جہنم کے راستے کی آسانی بیان فرمائی کہ یہ طاغوتی راستے طبیعت کو اس لئے بھلے لگتے ہیں کہ ان میں مرغوبات نفس ہیں۔ اس میں کہیں استعارہ اور تشبیہہ موجود نہیں، بلکہ مکمل طور پر سوچ اور خیال کو دخل ہے کہ آپ ؐ عمومی اشارات سے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اشارہ کہتے ہی اس کو ہیں۔

''اشارے میں خارجی قرینہ نہیں ہوتا، داخلی یا ذہنی قرینہ ہوتا ہے''۔ (۲۴)

اسی طرح گفتگو میں کنائے کا استعمال اس کا حسن بن جاتا ہے اور حقیقتاً خوبصورت کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن نے آپ ؐ سے سوال کیا کہ جنت میں سب سے پہلے آپ ؐ سے کون ملے گا تو آپ ؐ صریح الفاظ سے جواب دینے کی بجائے کنائے کا استعمال کرتے ہیں:

((عن عائشةؓ ان بعض ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قلن للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم این اسرع بک لحوقا قال اطولکن یدا فاخذوا قصبة یذرعونها وکانت سودة اطولهن یدا فعلمنا بعد انما کان طول یدها الصدقة وکانت اسرعنا لحوقا به زینب وکانت تحب الصدقة))(۲۵)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ؐ کی کسی بیوی نے آپ ؐ سے عرض کیا کہ ہم میں سے آپ ؐ کو جلد کون سی بیوی ملے گی آپ ؐ نے فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہیں انھوں نے لے کر اس سے ماپنا شروع کیا اور ہم میں سودہؓ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ وخیرات دینا ہے۔ ہم میں سے جلد آپ ؐ کو ملنے والی زینب تھیں۔ وہ صدقہ پسند کرتی تھیں''۔

کس قدر خوبصورت کنایہ ہے اور بلاغت و بیان کے حسن میں کتنا اضافہ کر رہا ہے کہ یہ بات اپنے سادہ الفاظ کے ساتھ کہ جو زیادہ سخی ہو کبھی بھی اتنی بلیغ نہیں ہوسکتی تھی۔ موقع و محل کے مطابق اس کنایہ کا استعمال گفتگو کو بلیغ بھی کر رہا ہے اور صوت کے حسن میں بھی اضافہ کر رہا ہے۔ بیان کنایہ سے اسی لئے حسین ہوتا ہے کہ اس لفظ کے لفظی معنی مراد نہیں لئے جاتے بلکہ وہ معنی مراد لئے جاتے ہیں جو اصلاً مطلوب ہوتے ہیں۔

''کنایہ میں لفظ کے لغوی معنی تو مراد نہیں لئے جاتے لیکن وہ معنی ضرور مراد لئے جاتے ہیں جو بطور لزوم پیدا ہوں''۔ (۲۶)

اس حدیث مبارک میں ''اطولکن یدا'' کا کنایہ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہو رہا۔ بلکہ تصور میں لائیے وہ وقت کہ جب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تو حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق ازواج نے اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے تو اس کنایے نے تو مزاح کی فضا بھی قائم کر دی۔ انھیں بعد میں خبر ہوتی ہے کہ ''اطولکن یدا'' سے مراد زیادہ سخی ہے اور آپؐ کے فرمان کا مفہوم بھی یہ ہے۔احادیث مبارکہؐ کے صوتی حسن اور اثرات کا ادبی و فنی مطالعہ بے حد دلچسپ معلومات کا حامل ہے۔مجاز، تشبیہ، استعارہ، اشارہ اور کنایہ وغیرہ آپؐ کے کلام میں نظر آتے ہیں۔اور یہ وہ جمالیاتی عناصر ہیں جو علمائے فصاحت و بلاغت کے ہاں کسی بھی گفتگو کا حسن ہوتے ہیں۔اسی طرح صنائع بدائع کو بھی صوتی حسن کے عناصر میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔تاہم یہ بات طے ہے کہ تشبیہ اور استعارہ وغیرہ کی طرح صنائع بدائع بھی اسی وقت بیان و بلاغ کا حسن بنتے ہیں جب بیان خود فصیح و بلیغ ہو، ورنہ ان عناصر کی موجودگی آورد ہوتی ہے اور بہت جلد ایک مضحکہ خیز شکل اختیار کر لیتی ہے۔اس اعتبار سے جب ہم آپؐ کے کلام کے صوتی حسن کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ جمالیاتی عناصر آمد کی صورت میں موجود ہیں کہ مقصدیت کی تڑپ اور ذوقِ لطافت نے آپؐ کے کلام کو بہت فصیح و بلیغ بنا دیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہمیں اس طرح کے صنائع و بدائع ملتے ہیں جو لفظ و معنوی آرائش و زیبائش میں معاون ہیں۔مثلاً ایک صنعت ہے۔''صنعتِ تجنیس''یعنی دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معانی میں مختلف ہوں(۲۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العالمین سے ایک دعا میں بھلائی ان الفاظ کے ساتھ طلب کرتے ہیں.((اللھم انی اسئلک من الخیر کلہ عاجلہ و آجلہ.) (۲۸)

''اے اللہ! میں تجھ سے ہر طرح کی بھلائی مانگتا ہوں، فوری بھی اور دیر سے ملنے والی بھی''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں 'عاجلہ وآجلہ' کی صنعت لفظی اور معنوی طور پر کلام کو لطیف بنا رہی ہے کہ ان الفاظ کا بولنا بھی سماعت کو اچھا لگتا ہے اور ان کے معنی بھی دل و دماغ پر اپنے اثرات چھوڑتے ہیں۔آپؐ کی گفتگو میں ایک ہی جملے یا ایک ہی دعا میں ہمیں اس طرح کے الفاظ بھی ملتے ہیں، جو ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ان الفاظ کے استعمال کا اسلوب اس قدر فصیح و بلیغ ہے کہ الفاظ کا یہ تضاد کلام کا حسن بن جاتا ہے علمائے فصاحت و بلاغت اسے ''صنعتِ طباق'' کہتے ہیں۔''صنعتِ طباق'' اس صنعت کو کہتے ہیں کہ معنیٔ متضاد کو جمع کر دیا جائے(۲۹)

ایک دفعہ آپؐ صحابہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اغتنم خمساً قبل خمس، شبابک قبل ھرمک و صحتک قبل سقمک .

وغناء ک قبل فقرک. وفراغک قبل شغلک وحیاتک قبل موتک)) (۳۰)

''تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو ناداری سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے''۔

آپؐ کے ہاں اضداد کا یہ استعمال اس قدر خوبصورت ہے کہ اگر یہ الفاظ اپنے اضداد کے ساتھ یہاں پر نہ آتے تو ان کے معنی میں اتنی فصاحت و بلاغت نہ پائی جاتی۔ گویا یہ ''صنعتِ طباق'' جہاں ایک طرف کلام کی آرائش و زیبائش کا سبب بن رہی ہے، وہاں یہ ذوقِ سلیم کو بھی اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ اسی طرح بعض موقعوں پر لفظوں کی تکرار سے کلام میں زور اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ حسرت موہانی کے الفاظ میں ''کہ اس میں شک نہیں کہ بعض موقعوں پر تکرارِ الفاظ حسین بھی ہوتی ہے (۳۱)۔

آپؐ کے کلام میں یہ صنعت بکثرت نظر آتی ہے۔ آپؐ اپنی ایک دعا میں فرماتے ہیں:

((اللھم اجعل فی قلبی نورا واجعل فی لسانی نورا واجعل فی سمعی نورا واجعل فی بصری نورا)) (۳۲)

اس حدیث مبارک میں آپؐ اپنے رب سے قلب ولسان اور سمع و بصر کے لئے ایک دفعہ بھی نور طلب کرتے تو وہ سب اعضاء کے لئے ہی طلب کرنا ہوتا۔ لیکن لفظ نور کی تکرار حقیقتاً یہاں کلام میں حسن بھی پیدا کر رہی ہے، ایسا حسن جسے بولنے اور سننے والا دونوں محسوس کر سکتے ہیں اور یہ تکرار اس قلبی تڑپ اور شدت کا بھی مفہوم دے رہی ہے، جس میں آپؐ اپنے رب سے نور طلب کر رہے ہیں۔

یہ چند مثالیں تو ''مشتِ نمونے از خروارے'' کے طور پر تھیں ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپؐ کے علمی مکارم و محاسن، آپؐ کی زبان سے نکلا ہوا ہر ہر لفظ......صدیوں سے وارثینِ نبوتؐ کی تحقیق و کاوش کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہر ہر لفظ اور ہر ہر جملے سے کئی کئی نکات معلوم کئے گئے لیکن آپؐ کا کلام جو عین وحی الٰہی ہے اور کلمات اللہ سے متلاحق ہے اس کے بارے میں خود

رب ذوالجلال کا فرمان ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ﴾ (۳۳)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ بخاری،محمد بن اسماعیل،ابوعبداللہ،صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من تکلم بالفارسِ ، والرطانة
دارالسلام،الریاض،ط:الثانیۃ،س:۱۴۱۹ھ،۱۹۹۹ء،ح:۲۸۴۳۔

۲۔ قشیری،مسلم بن الحجاج،ابوالحسین،صحیح مسلم،کتاب الفضائل، باب فی فضائل عائشةؓ ام المومنین،ح:۲۳۰۴
دارالسلام،الریاض،ط:الثانیۃ،۱۴۲۱ھ،۲۰۰۰ء۔

۳۔ ابراہیم مصطفیٰ/احمد حسن الزیات/حامد عبدالقادر/محمد علی النجار،المعجم الوسیط،۲/ ۸۷۷

۴۔ صحیح بخاری،کتاب التفسیر،باب﴿ان هو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید﴾،ح:۴۸۰۱

۵۔ صحیح بخاری،کتاب الجهاد والسیر، باب اذا فزعوا باللیل،ح:۳۰۴۰

۶۔ نسائی،احمد بن شعیب بن علی بن سنان،ابوعبدالرحمٰن سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوٰة علی الشهداء،
ح:۱۹۵۵،دارالسلام،الریاض،ط:الاولی،۱۴۲۰ھ،۱۹۹۹ء۔

۷۔ ایضاً

۸۔ صحیح مسلم،کتاب الطهارة،باب استحباب اطالة الغرة والتحجیل فی الوضوء،ح:۲۴۹

۹۔ المعجم الوسیط،۱/ ۴۲۵۔

۱۰۔ عسقلانی،ابن حجر،احمد بن علی بن محمد،ابوالفضل،شھاب الدین،،فتح الباری،۱۱/ ۳۸۵،شرح صحیح البخاری،دارالسلم،الریاض،ط:
۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء۔

۱۱۔ سورۃ الملک،۶۷ :۱۱۔

۱۲۔ سورۃ الحج،۲۲ : ۳۱۔

۱۳۔ صحیح بخاری،کتاب الایمان : باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده۔

۱۴۔ عابد علی عابد،البیان،ص:۳۴۵،مجلس ترقی ادب،ط:الاولی،س:۱۹۸۹م۔

۱۵۔ صحیح بخاری،کتاب الادب، باب رویدک یا ابخشه، ح:۵۸۵۷۔

۱۶۔ سورۃ الدھر، ۷۶: ۱۵،۱۶۔

۱۷۔ البیان،ص:۳۰۰۔

۱۸۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب :بیان ان الاسلام بدأ غریبا وسیعود غریبا،وانه یارز بین المسجدین،ح:۱۴۷

۱۹۔ صحیح بخاری،کتاب فضائل المدینة،باب لا یدخل الدجال المدینة،ح:۱۸۸۱

۲۰۔ غنی،محمد نجم،بحر الفصاحت،ص:۲۹،مقبول اکیڈمی،لاہور،ط:الاولی،۱۹۸۸م۔

۲۱۔ احمد بن محمد بن حنبل، ابوعبداللہ، المسند ،مسند المکثر ین من الصحابۃ ،داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ط:۲،
۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء، ۴۱۳۱۔

۲۲۔ سورۃ الشوریٰ، ۴۲ : ۱۱۔

۲۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعمها و اهلها، باب صفة الجنة،۲۸۲۳۔

۲۴۔ البیان،ص:۱۲۲

۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ،باب صدقة الشحيح الصحيح،ح:۱۴۲۰۔

۲۶۔ البیان،ص:۳۵۳۔

۲۷۔ عابد علی عابد:سید،البدیع،ص:۲۹۳،مجلس ترقی ادب، لاہور، ط:۱، ۱۹۸۵ء۔

۲۸۔ سنن ابن ماجہ،ابواب الدعاء ، باب الجوامع من الدعاء ،ح: ۳۸۴۶۔

۲۹۔ البدیع،ص:۱۵۷۔

۳۰۔ حاکم ،ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ، الامام، الحافظ، المستدرک علی الصحیحین ، بیروت، لبنان، دارالمعرفۃ، ح:۷۸۴۶۔

۳۱۔ نکات سخن،ص:۶۹

۳۲۔ صحیح البخاری، کتاب الدعوات،باب الدعاء اذاانتبه من الليل، ح:۶۳۱۶

۳۳۔ سورۃ لقمان،۳۱ : ۲۷۔